حضور صدر الافاضل کے پیر و مرشد و استاد گرامی شیخ الکل علامہ محمد گل خان کابلی جلال آبادی
ثم مرادآبادی تغمدہ الہادی کی نہایت ہی سنجیدہ انداز میں لکھی گئی مدلل کتاب

دعاے برکت بر طعام ضیافت

المعروف

فاتحہ کی شرعی حیثیت

مصنف

استاد و مرشد صدر الافاضل حضور شیخ الکل

علامہ محمد گل خان علیہ الرحمۃ

تقدیم و تخریج

مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی

نوری مشن، مالیگاؤں　اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر مالیگاؤں

دعاے برکت برطعام ضیافت

المعروف

فاتحہ کی شرعی حیثیت

* مصنف *

استاذ و مرشد صدر الافاضل حضور شیخ الکل

علامہ محمد گل خان علیہ الرحمۃ

* تقدیم وتخریج *

مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی

تفصیلات

کتاب:	دعاے برکت برطعام ضیافت، المعروف فاتحہ کا شرعی ثبوت
مصنف:	شیخ الکل علامہ محمد گل خان کابلی ثم مرادآبادی تغمدہ اللہ الہادی
تقدیم وتخریج:	مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی خلیفہ حضور تاج الشریعہ و حضور محدث کبیر نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ
قدیم اشاعت:	۱۸۹۸ء ۱۹۰۲ـ ۱۹۲۰ء مرادآباد
جدید اشاعت:	ذوالحجہ ـ ۱۴۴۶ھ ـ ۲۰۲۵ء ـ مالیگاؤں
زیر اہتمام:	نوری مشن مالیگاؤں
صفحات:	۳۲
ناشر:	نوری مشن مالیگاؤں

تقدیم

اہل سنت وجماعت کے بہت سے معمولات ہیں جو مقتضائے شریعت کے مطابق اور قواعد و قوانین شریعت کے موافق ہیں انہیں میں سے ایک معمول کھانے وغیرہ پر فاتحہ خوانی بھی ہے۔اہل سنت وجماعت کے نزدیک یہ معمول جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن وباعث ثواب ہے،اس میں کسی طرح کی کوئی شرعی خامی اور خلاف شرع کوئی امر نہیں ہے۔لیکن علماے دیوبند،اہل سنت کے تمام معمولات کے ساتھ اسے بھی بدعت وموجب شرک ٹھہراتے ہیں۔اور اپنی کتابوں میں غیر مدلل وغیر معقول انداز میں رد لکھتے رہتے ہیں۔

علماے اہل سنت وجماعت کی طرف سے بھی اس موضوع پر سیکڑوں مدلل بدلائل منقولہ، مفصل بتفاصیل معقولہ کتابیں لکھی گئی جن میں سے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ کی کتاب "الحجۃ الفائحہ لطیب التعیین والفاتحہ" اور علامہ عبدالسمیع بیدل رامپوری ثم سہارنپوری، کی کتاب "انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ" اور شیخ الکل کی کتاب مستطاب "**دعاے برکت بر طعام ضیافت ،المعروف،دعاے اموات بوقت جمعرات**"کو خوب پذیرائی حاصل ہوئی۔اور الحمد للہ منکرین فاتحہ آج تک ان کتابوں کا کوئی معقول جواب دینے سے عاجز و قاصر ہیں۔

شیخ الکل کی کتاب "**دعاے برکت بر طعام ضیافت**"کی پہلی طباعت ۱۸۹۸ء میں مطبع گلزار ابراہیم مرادآباد،سے ہوئی۔سرورق پر یہ عبارت مسطور ہے:

از تالیفات التحریر الفہامۃ البحر العلامہ حضرت مولانا مولوی محمد گل خاں صاحب مدرس اول مدرسہ امدادیہ دام فیوضہم۔

باہتمام کارپردازان وبحسن سعی بعض دوستان وحسب فرمائش شیخ سراج الدین تاجر کتب ومعین دکان مطبع گلزار ابراہیم مرادآباد۔در مطبع گلزار ابراہیم مرادآباد طبع شد"

دوسری بار ۱۹۰۲ء میں یہ کتاب "مطبع شمس المطابع مرادآباد" سے چھپی۔

تیسرا ایڈیشن ۱۹۲۰ء میں صدر الافاضل کے قائم کردہ مطبع "اہل سنت برقی پریس مرادآباد" سے شہزادگان حضور صدر الافاضل،صدر العلما حضرت علامہ سید ظفر الدین نعیمی اور رہنماے ملت

حضرت علامہ سید محمد اختصاص الدین نعیمی علیہما الرحمۃ کے اہتمام شائع ہوا۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن جب منظر عام پر آیا تو منکرین فاتحہ کے حواس باختہ ہو گئے، چاروں طرف کھلبلی مچ گئی ان کے بدعتی محل کی بنیادیں ہل گئیں۔ کتاب لاجواب کا جواب لکھنے کی کسی مولوی میں تو ہمت نہ ہوئی البتہ محلہ کسرول مرادآباد کے ایک منشی جی، جن کا نام شمس الدین تھا، جو شیخ الکل کے تلامذہ کے سامنے بیٹھنے اور بات کرنے کی طاقت وصلاحیت نہیں رکھتے تھے، جنہیں شیخ الکل کی بارگاہ سے برسوں شرف تلمذ حاصل کرنے کی ضرورت تھی، وہ اپنی جماعت کا بھرم رکھنے کی نیت سے شیخ الکل کے مقابلے میں آگئے۔ اور اپنے زعم خام میں شیخ الکل کے جواب میں چند ورقی کتاب "اتباع السنۃ خیر للامۃ افاضۃ الخیرات فی کل احیان واوقات" لکھ ڈالی۔

کتاب میں لایعنی باتوں، بے محل عبارتوں اور غیر معقول جوابات کے سوا کچھ نہیں تھا۔ مزید یہ کہ کتاب میں شیخ الکل کے علمی و تحقیقی دلائل کے جواب دینے کے بجائے آپ کی ذات باوقار پر تہمت والزام تراشی سے کام لیا گیا تھا۔

ظاہر ہے اس کا جواب دینے کی آپ کو قطعاً ضرورت نہیں تھی اس لیے آپ نے اس طرف توجہ بھی نہیں فرمائی البتہ آپ کے فیض یافتہ، اور آپ کے مخلص وہمدرد، میاں ملا محمد اشرف شاذلی صاحب نے جواب الجواب کی شکل میں اس کتاب کا بہترین اور علمی رد بنام "ابلاغ المرید ضرب شدید المعروف بہ حجج قاطعہ باثبات فاتحہ" تحریر فرمایا جو مطبع گلزار ابراہیم مرادآباد سے شائع ہوا۔ اور جس نے منشی جی کے دانت کھٹے کر دیے۔ اپنی خفت مٹانے کو منشی جی نے جواب میں ایک کتاب "کلمۃ التقوی" کے نام سے لکھی جس کا حال پہلی کتاب سے بھی برا تھا۔ خیر دونوں کتابوں کے جواب میں شیخ الکل کے منظور نظر و محبوب نظر، آپ کے چہیتے خلیفہ و شاگرد حضور صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ نے نہایت ہی عمدہ ومفصل، دلائل شرعیہ سے مدلل، براہین معقولہ سے مبرہن، جوابات معقولہ سے مزین، کتاب تحریر فرمائی، جو ۱۳۲۰ھ، ۱۹۰۲ء۔ میں "فیضان رحمت بعد از دعاے برکت" کے نام سے مطبع محمود المطابع مرادآباد سے شائع ہوئی۔

اس کتاب کی اشاعت سے منکرین فاتحہ کے سارے کس بل ڈھیلے پڑ گئے۔ اور مجوزین فاتحہ وعاملین فاتحہ کے حوصلے بلند ہو گئے۔

حسن اتفاق کہ یہ کتاب صدر الافاضل کی پہلی تصنیف ہے۔ اس ایڈیشن کے بعد سو سال تک اس کتاب کی طباعت نہیں ہوئی۔ لیکن ایک سو آٹھ سال بعد یعنی ۲۰۱۰ء میں فقیر کے حاشیہ و تخریج و تقدیم کے ساتھ یہ کتاب منظر عام پر آئی۔ دوسرا ایڈیشن ۲۰۱۳ء میں شائع ہوا۔ اور تیسرا ایڈیشن ۲۰۲۰ء میں منظر عام پر آچکا ہے۔ مزید امید ہے کتاب جلد ہی ان شاء اللہ شائع کی جائے گی۔

مناسب ہوگا کہ یہاں فیضان رحمت کا ایک اقتباس پیش کردیا جائے جس سے کتاب ''اتباع سنت، وکلمۃ التقوی'' کی حیثیت واقعی کا بخوبی اندازہ ہوجائے۔ حضور صدر الافاضل رقم طراز ہیں:

''بعد حمد و صلوٰۃ فقیر مسکین ہیچمدان نعیم الدین ابن مولانا محمد معین الدین صاحب المراد آبادی بخدمت جمیع برادران دینی عرض پرداز ہے کہ اس زمانہ پر نفاق و شقاق و عناد و فساد میں کہ مثبتین حق کو بعوض قرآن اور حدیث اور اقوالِ فقہا مفتی بہا کے بجز سخت گفتاری اور کوئی جواب نہیں ملتا ہے اور منکرین حق کی سخت کلامی اور توہین کے الفاظ اتباعِ سنّت سمجھے جاتے ہیں۔

چناں چہ اس خاکسار کی نظر سے ایک رسالہ خلافِ سنّت مسمّٰی باتباعِ سنت گذرا کہ مصنف و مخترع نے اپنے زعم باطل میں بجواب لاجواب کتاب دُعاے برکت کہ مدلل بقرآن شریف واحادیث صحیحہ تالیف شدہ جناب **فیض مآب استاذی قاطع بدعت محی سنت حضرت مخدومی عین العلماء، راس الفضلاء مولوی محمد گل خاں صاحب حاجی حرمین شریفین دام فیوضہم** ہے لکھا تھا کہ اس کا نام میرے نزدیک محض افترا و اختراع نامہ ہوتا تو بہتر تھا، نہ اتباعِ سنت۔ اس لیے کہ اتباعِ سنت میں ایسے اُمور کو کیا دخل ہے۔ بعض برادرانِ دینی نے مجھ سے یہ درخواست کی کہ اس کا جواب لکھو۔ اور اظہارِ حق کما ینبغی اور ابطالِ باطل کما حقہٗ کرو تو میں نے بھی یہ سوچا کہ:

وگر بینم کہ نابینا و چاہ ست اگر خاموش بنشینم گناہ ست۔

لہٰذا جانبِ مخالف کی اس کتاب کے جواب کی طرف متوجہ ہوا جمیع اختراعات آیتہاے قرآنیہ واحادیث نبویہ اور اقوال مفتی بہاے فقہا اور قواعد اصولیین سے رد اور اپنی کتاب سے مسائل ثابت کیے اور میری کتاب دیکھنے سے حق ناحق بخوبی معلوم ہوگا۔ مشک آنست کہ خود ببوید نکہ عطار گوید۔

اور سخت کلامی سے اگر جانب مخالف اس دفعہ بھی باز نہ رہا تو آئندہ جواب ترکی بہ ترکی خوب دیا جائے گا چوں کہ یہ فیضان مجھ کو دُعاے برکتِ بزرگان سے ہوا ہے، لہٰذا اس کا نام کہ دراصل

مخزنِ روایات ہے **"فیضانِ رحمت بعد از دُعاے برکت"** رکھا گیا۔

اور نیز جانب مخالف کو یہ ضرور ہے کہ آئندہ جو کتاب لکھے ہر جگہ اپنے مدعا کے اختتام میں کتب معتبرہ کی سند دے اور ایک فہرست بقیہ کتب مستندہ جیسی میں نے تیار کی ہے ویسی وہ بھی تیار کرے تاکہ ان پڑھ بیچارے مسلمانوں کو نہ بہکاوے۔

اور جانب مخالف کی کتاب میں جو میں نے دیکھا تو اُس میں یہ پایا کہ کچھ عربی الفاظ اور کچھ سخت کلامی ملا بنا کر اگرچہ اُن سے کچھ مطلب ثابت نہ ہو مگر مقصود اُس سے یہ ہے کہ عوام بے چارے کچھ عربی الفاظ اور کچھ سخت کلامی دیکھ کر خصوصاً کہ جب اُن سخت کلامیوں کے بعد لکھا جائے کہ بتاؤ بدعتی کون ہے؟ یہ خیال کریں کہ جواب تو دیا ورنہ ایسی سخت کلامی کیوں کی جاتی، مگر ہمارے سمجھنے کا نہیں ہے، علما سمجھیں گے۔ اور در حقیقت وہ مضامین بے ربط و ضبط علما کا مضحکہ ہیں اور جاہلوں کو پھانسنے کا جال، اور جانب مخالف پر میں نے یہ کوئی تہمت نہیں لگائی ہے بلکہ انہوں نے خود بھی یہ مضمون "کلمۃ التقوی" میں تحریر کیا ہے کہ

"سابق میں ہم نے جو نسخہ اتباع السنۃ بر د نسخہ دُعاے برکت مؤلفہ **مولوی محمد گل خاں صاحب** تحریر کیا تھا اُس کے چھپنے کے بعد بہت لوگ شاکی ہوئے کہ تم نے جواب تو لکھا مگر ہمارے کام کا نہیں ہے (بہت صحیح لکھا ہے) اور اس کا مطلب سمجھنا علما کا کام ہے۔ (اگر علما کا مضحکہ لکھتے تو مناسب تھا)" [فیضان رحمت بعد از دعاے برکت: ص۴۶ تا ۴۸]

خلاصہ یہ کہ شیخ الکل کی کتاب **"دعاے برکت بر طعام ضیافت"** نہایت ہی قیمتی اور علمی و تحقیقی کتاب ہے۔

کتاب میں فاتحہ مروجہ یعنی کھانا سامنے رکھ کر قرآن مجید کی چند سورتیں پڑھنا، ایصال ثواب اور دعاے مغفرت کرنا نیز جمعرات وغیرہ کسی دن کو مخصوص کرنا، اس حوالے سے چودہ (۱۴) اہم سوالات کے آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ و دلائل شرعیہ کی روشنی میں علمی و تحقیقی جوابات دیے گئے ہیں۔ امید ہے کہ یہ کتاب قارئین کے حق میں ایمان افزا، مفید اور موجب حظ ثابت ہوگی۔

اب قدرے بیان مصنف کتاب کے حوالے سے بھی قارئین ملاحظہ فرمائیں:

کتاب کے مصنف شیخ الکل علامہ محمد گل خان کابلی جلال آبادی ثم مرادآبادی تغمدہ اللہ الہادی کی

ذات بابرکات علمی حلقے میں محتاج تعارف نہیں ہے۔

افغانستان کے شہر کابل کے موضع جلال آباد میں ۱۲۵۸ھ مطابق ۱۸۴۲ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔آپ کے والدماجد کانام "سید خاں" ہے۔آپ افغانی پٹھان ہیں۔

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے آبائی وطن میں حاصل کی۔علوم عقلیہ مولانا محمد مشک عالم علیہ الرحمۃ سے حاصل کیے۔علم ہندسہ کی تحصیل مولانا محمد نصر اللہ خاں غزنوی سے فرمائی۔علم ادب، نظم ونثر وبلاغت مولانافیض الحسن سہارنپوری سابق پروفیسر شعبہ عربی اورنٹیل کالج لاہور متوفیٰ ۱۳۰۴ھ اورعلم اصول حدیث شیخ محمد مکی کتبی خلوتی علیہ الرحمۃ سے پڑھا۔اوردیگرعلوم وفنون جیسے علم کلام، تفسیر، حدیث،فقہ اوران کے اصول، نیزعلم عروض،قوافی، رمل، نجوم وغیرہ علوم مختلف مقامات کے مشاہیر علماسے حاصل کیے۔ حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مرادآبادی،اور مولاناعبدالعزیزامروہوی اور سید احمد بن زینی دحلان علیہم الرحمۃ سے بھی آپ کوشرف تلمذ حاصل ہے۔علماے حرمین شریفین سے بہت سے علوم وفنون کی سندواجازت حاصل ہے۔۱۸۶۸ءیا۱۸۷۵ءمیں شہرمرادآبادکواپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا۔۱۸۸۱ء میں مدرسہ امدادیہ مرادآباد میں مدرس اول کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا۔اور تادم حیات آپ اسی مدرسے کی خدمت میں مصروف رہے۔یہیں سے آپ اہل سنت وجماعت کےمسلمہ عقائدومعمولات کی ترویج واشاعت، مذہب ومسلک کی خدمت، خدمت خلق اور درس وتدریس تصنیف وتالیف فرماتے رہے۔بڑے بڑے نام ور علماآپ کی درس گاہ علم سے پیداہوئے۔

حضور صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ الہادی جیسی نابغہ روزگار شخصیت کویہ شرف حاصل رہاکہ آپ نے شیخ الکل کی بارگاہ سے اکتساب علم بھی کیااورکسب فیض بھی۔علوم وفنون کی تحصیل بھی فرمائی اور ان کی بارگاہ سے سلوک کی منازل بھی طے کیں۔صدر الافاضل کی شخصیت کوبنانے،سنوارنے اورنکھارنے میں شیخ الکل کی شفقت آمیزرہنمائی کارفرمارہی ہے۔جس کااعتراف خودصدرالافاضل نے ان الفاظ میں فرمایا:

"جناب فیض مآب ،استادی ، قامع بدعت، محی سنت، حضرت مخدومی، عین العلماء، راس الفضلاء، مولوی محمد گل خاں صاحب حاجی حرمین شریفین دام فیوضھم .... میں ادنیٰ درجہ

کا شاگرد ہوں، جو کچھ میں نے حاصل کیا ہے یہ انہیں کی خدمت کا نتیجہ ہے۔"

[فیضان رحمت: ص۔۱۔و۵۵]

حضور شاہجی محمد شیر میاں علیہ الرحمۃ جن کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:

"میاں مرادآباد میں مولانا محمد گل صاحب بڑی اچھی صورت ہیں۔ میں مرادآباد جاتا ہوں تو ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں"

اعلیٰ حضرت سے بھی آپ کے گہرے مراسم رہے ۔ اعلیٰ حضرت کے فتاوی پر آپ کی تصدیقات اور آپ کے فتاوی پر امام اہل سنت کی تائیدات اس پر شاہد ہیں۔ تحریک ندوہ میں امام اہل سنت کے مؤیدین میں آپ کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ اعلیٰ حضرت نے آپ کی وفات حسرت آیات پر عربی زبان میں تاریخی تعزیتی کلام بھی تحریر فرمایا۔ جو بغرض فائدہ عام یہاں نقل کرنا مناسب ہوگا۔ ملاحظہ کریں:

اعلیٰ حضرت کا تعزیتی عربی، تاریخی کلام

لِيَهْنِ ضَلَالَ النَّجْدِ قِلَّةُ ذِلَّتِه
بِمَوتِ مُحَمَّدْ گُل وَ غَيْبَةِ هَيْبَتِه
فَمَوتُ هُدَاةِ الدِّيْنِ فِي الدِّيْنِ ثُلْمَةٌ
كَمَا فِي حَدِيْثٍ لَاانسِدَادَ لِثُلْمَتِهٖ
مُرِيْدُ مُرَادَابَادِنَا لَو مُرَادُهُمْ
وَلٰكِنْ مَّضَتْ لِلدِّيْنِ وَعْدَةُ نُصْرَتِهٖ
فَلَا تَفْرَحُوا يَا بُورُ مُوتُوْ بِغَيْظِكُمْ
فَلَيْسَ اِلٰهُ الْحَقِّ مُخْلِفَ وَعْدَتِهٖ
اَلَيْسَ نَعِيْمُ الدِّيْنِ عَضَّةَ حَلْقِكُمْ
يُبَدِّدُ شَمْلَ الضَّالِّيْنَ بِصَوْلَتِهٖ
مَضَى الْوَرْدُ اَبْقَى اللّٰهُ ذَاالزَّهْرِبَاسِمًا
وَدَامَ نَعِيْمُ الدِّيْنِ غَضًّا بِزَهْرَتِهٖ

يَقُوْلُ الرِّضَافِیْ عَامِ رِحْلَةِ حِبِّہٖ
رَوَاحُ مُحَمَّدْ گُلُ بِبُسْتَانِ جَنَّتِہٖ
۰ ۳ ۳ ۱ ھ

ترجمہ:

(۱) نجد کی ضلالت وگمراہی کو اس کی ذلت ورسوائی کا شیخ محمد گل کے وصال اوران کی پرہیبت شخصیت کے پس پردہ چلے جانے کے باعث کم پڑجانا مبارک ہو۔

(۲) کیوں کہ دین کے رہنماؤں کا وفات پاجانا دین میں ایسا رخنہ ہے کہ اس کا خلا کبھی پر نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

(۳) ہمارے مرادآباد کا ارادہ کرکے آنے والا اگران کی مراد ہے تو جی ہاں لیکن اس دین حق کے لیے اس کی مدد ونصرت کا وعدہ ہو چکا ہے۔

(۴) تو اے قوم بور! یعنی تباہ وبرباد اور ہلاک ہونے والے، فرقے والو! تم اپنے غیظ وغضب میں مرو، زیادہ خوشیاں نہ مناؤ! کیوں کہ معبود برحق اپنے وعدہ کے خلاف کرنے والا نہیں ہے۔

(۵) کیا (ان کے جانشین) نعیم الدین تمہارا گلا کاٹنے والے نہیں ہیں؟ جو حملہ آور ہوکر اپنے قہر وسطوت سے گمراہوں کی جماعت کو منتشر کردیتے ہیں۔

(۶) وہ پھول چلا گیا اللہ تعالیٰ اس کلی، شگوفہ کو ہنستا مسکراتا باقی رکھے۔ اور نعیم الدین اپنی آب وتاب کے ساتھ ہمیشہ تروتازہ رہے۔

(۷) احمد رضا اپنے پیارے کے سال رحلت میں کہتا ہے "محمد گل کا اپنے باغ جنت میں جامہکنا" [منظوم تاریخ وفات، ماخوذ از ماہنامہ نورالحبیب بصیر پور محرم الحرام ۱۴۲۵ھ صفحہ ۵۶]

درس وتدریس، دینی وملی سرگرمیوں، نیز مسلسل امراض شدیدہ میں مبتلا ہونے کے باوجود آپ درج ذیل تاریخی کتابیں تصنیف فرمائیں:

(۱) ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب میلاد المصطفیٰ

(۲) مخزن الروایات فی ایصال ثواب الاحیاء الی الاموات

(۳) دعائے برکت برطعام ضیافت، دعائے اموات بوقت جمعرات

(۴) براھین بینہ بر اثبات نذور معینہ

(۵) مسجد میں نماز جنازہ کا شرعی حکم

(۶) اشرف البراھین المنھودہ علی حرمت الغرابین الھندیہ

(۷) باصح الاسانید، المعروف بہ ثبت شیخ الکل

(۸) اثبات المعقول بالمنقول علی رغم الف کل ظلوم وجھول

(۹) لؤلؤالمنثور فی مدح والی رامفور

مندرجہ بالا کتابوں میں سے چھ کتابوں کا مجموعہ فقیر کی کاوش وکوشش سے اس سال ۱۸/ ذوالحجہ کو عرس صدر الافاضل میں ”رسائل شیخ الکل“ کے نام سے ان شاءاللہ تعالیٰ منظر عام پر آجائے گا۔

الغرض شیخ الکل بہت سی خوبیوں کے مالک، بہت سے کمالات کے جامع، اور بہت سی کرامات کے مظہر تھے۔ ماہ ربیع الاول شریف ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۲ء ۱۰/ مارچ سے ۲۳/ مارچ کی درمیانی تاریخ میں آپ نے وصال فرمایا۔ مرادآباد کی مشہور قلعہ والی مسجد سے متّصل آپ کا مزار پاک ہے جہاں آج بھی فیوض وبرکات کی خیرات تقسیم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ شیخ الکل کے فیوض و برکات سے ہمیں مستفیض ومستنیر فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

آخر میں فقیر مبارک باد پیش کرتا ہے، محب گرامی قدر، ہمدرد دین وملت، مبلغ مسلک اعلیٰ حضرت، صاحب قلم، محترم جناب غلام مصطفیٰ رضوی صاحب زید اقبالہ، اور ان کے تمام رفقاے کار وشرکاے مشن، کو جنھوں نے شیخ الکل کی زیر نظر نادر ونایاب کتاب ”دعاے برکت برطعام ضیافت“ کی طباعت واشاعت کا عزم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور نوری مشن مالیگاؤں کے تمام اراکین، معاونین کو دنیاو آخرت کی بھلائیاں نصیب فرمائے اور شیخ الکل کے فیوض وبرکات سے فیض یاب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

یکے از غلامان شیخ الکل

نیاز کیش: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولوالدیہ۔

خادم نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

مورخہ: ۲۸/ ذوالحجہ ۱۴۴۶ھ بروز سہ شنبہ

ابتدائیہ از مصنف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ (۱)

حمد پروردگار وصلاۃ وسلام خاتم المرسلین وآلہ واصحابہ الاخیار والاطہار کے بعد!

فقیر محمد گل عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ اس زمانے میں کہ جس میں آثار جہالت وضلالت لائح اور قوائد علوم وفنون محو ہیں، بعض مسائل مبسوطہ آتیہ یعنی فاتحہ دینا طعام (کھانے) پر بغرض ایصال ثواب موتیٰ وحصول برکات بزرگان دین سے وغیرہ ذلک کہ

جو رسالہ ہذا میں مشروحاً بیان ہیں احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں، لیکن بعض لوگ ان کو اپنی رائے سے بدعت سیئہ اور ناروا جان کر اس کی ممانعت میں نہایت غلو اور تعدی کرتے ہیں۔ اور جو لوگ طعام وغیرہ پر بغرض ایصال اپنے وبیگانے مردوں کی فاتحہ مرسومہ ان دیار میں کرتے ہیں ان کو بدعتی وناری وفاسق ترین روزگار جانتے ہیں۔ اور ان کو مورد لعن وبدترین خلائق تعبیر کرتے ہیں۔ حالاں کہ یہ تعبیر اور تقریر ان کی سراسر غلط ہے۔ اور فعل مندوب بلکہ مسنون کو ناروا سمجھنا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو شخص فعل مسنون کو ناروا بیان کرے یا اس کو ناروا جانے یا مرتکب سنت کو ناری، زندیقی کہے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

یہی حکم ہے کہ اس وعید اور تشنیع کا مصداق خود ہی مانع ہے نہ کہ عامل۔

میں افسوس کرتا ہوں کہ بعض اہل زمانہ نے ایسے مسائل میں ایسا شور وغل مچا رکھا ہے کہ شراب پینے والے، بیاج کھانے والے، چور چکار، زانی حرامی پر وہ وہ تغلیظ نہیں ہے کہ جو اس بے چارے مسلمان فاتحہ دینے والے پر لعن وطعن ہے۔ کہ جس میں الحمد شریف سورہ اخلاص اور درود

---

(۱) اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ [القرآن مع ترجمہ کنز الایمان: پارہ ۲۸، سورہ حشر، آیت ۷]

شریف، کہ جن کا پڑھنا ہر وقت میں موجب اضعاف برکات و خیرات ہے، کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

لہذا خاکسار نے ایسا جھگڑا اس دین قویم میں کہ جو خاشاک افراط و تفریط ملل و محل سے پاک وصاف ہے، دیکھ کر حسب استدعا بعض خلص اخوان (مخلص بھائیوں) کے، مسائل مشار الیہا کا جواب بحوالہ روایات صحیحہ واحادیث صحاح سے تحریر کیا اور مترصد (امید رکھتا) ہوں کہ بنظر انصاف ملاحظہ فرمایا جائے کہ یہ سارے کے سارے مسائل اقوال و افعال رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم سے بخوبی ثابت ہیں۔ اور ان کا عامل کسی قسم کا گنہ گار نہیں ہے، بلکہ متبع سنت رسول اللہ علیہ السلام و مستحق ثواب ہے۔ واللہ اعلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم۔ حامداً و مصلیاً و مسلماً !!!

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس میں کہ دیار ہند میں یہ طریقہ جاری ہے کہ (لوگ) صلحا اور فقرا کے سامنے کھانوں اور طعاموں (کھانے پینے کی چیزوں) کو رکھتے ہیں اور ان سے یہ کہتے ہیں کہ آپ ان طعاموں (کھانوں) پر دعاے برکت فرمادیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان طعاموں (کھانوں) کی مقدار پر برکت فرمائے تاکہ مسلمان اس سے بہرہ منداور نفع یاب ہوں۔ اور ان سے کثیر ثواب اخروی حاصل ہو۔ اور یہ بھی دعا فرمائیں کہ ان طعاموں کا ثواب اللہ تبارک و تعالیٰ ہماری اموات کو عطا فرمائے۔

آیا (تو کیا) ان طعاموں کو صلحا کے پاس دعاے برکت کے لیے حاضر کرنا اور ان سے دعاے برکت منگوانا اور ان صلحا کو ان طعاموں پر دعاے برکت پڑھنا، نیز ان صلحا سے یہ دعا منگوانا کہ ان طعاموں (کھانوں) کا ثواب ہماری اموات کو اللہ تبارک و تعالی پہنچائے۔ جائز ہے یا نہیں؟

حالاں کہ لوگ ان امور (فاتحہ وغیرہ) کو نہ فرائض سمجھتے ہیں اور نہ واجبات۔ اور نہ یہ خیال کرتے ہیں کہ بغیر اس طرز خاص کے دعا اور خیرات قبول نہیں ہوتی ہے، بلکہ ان امور (فاتحہ وغیرہ) کو مستحسنات اور مستحبات میں سے سمجھتے ہیں۔ تو کیا ان تمام عقائد کے باوجود یہ امور (فاتحہ وغیرہ) جائز ہیں یا ناجائز؟

جواب۔ ﴿۱﴾

یہ امور کل مستحبات اور مستحسنات میں سے ہیں۔ جیسا کہ

غزوہ تبوک میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھوک لگی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جتنا زاد اور طعام (کھانے پینے کی چیزیں) ان لوگوں کے پاس ہیں، منگوایئے اور ان طعاموں (کھانے کی چیزوں) پر ان لوگوں کے لیے برکت کی دعا فرمادیجیے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عرض منظور فرمائی۔ پہلے چمڑے کا بساط (دسترخوان) طلب فرماکر کے بچھایا گیا۔ بعدہ جتنا طعام (کھانے پینے کا سامان) جو صحابہ کرام کے پاس بچا تھا، حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طلب فرمایا۔ یہاں تک کہ کسی نے مٹھی بھر چنا اور کسی نے چھوہارے اور کسی نے روٹی کا ٹکڑا لاکر موجود (پیش) کیا۔ یہاں تک کہ اُس بساط (دسترخوان) میں قلیل (تھوڑا) طعام جمع ہوا۔ بعدہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُسی طعام پر برکت کی دعا فرماکر یہ حکم فرمایا کہ ہر شخص اپنا توشہ دان بھرلے۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

عن أبي هريرة، قال: لما كان غزوة تبوك أصاب الناس مجاعة،.........فجاء عمر، فقال: يا رسول الله، إن فعلت قل الظهر، ولكن ادعهم بفضل أزوادهم، ثم ادع الله لهم عليها بالبركة، لعل الله أن يجعل في ذلك، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: نعم، قال: فدعا بنطع، فبسطه، ثم دعا بفضل أزوادهم، قال: فجعل الرجل يجيء بكف ذرة، قال: ويجيء الآخر بكف تمر، قال: ويجيء الآخر بكسرة حتى اجتمع على النطع من ذلك شيء يسير، قال: فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم عليه بالبركة، ثم قال: خذوا في أوعيتكم۔ الحديث۔ (۲)

---

(۲) (یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ جب غزوہ تبوک میں لوگوں کو بھوک لگی .... تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ لوگوں سے بچا ہوا کھانا طلب فرمائیں اور اس پر برکت کی دعا فرمائیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا کرے گا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چمڑے کا ایک دستر

اب اس حدیث سے ثابت ہوا کہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے طعام (کھانے) پر مسلمانوں کے فائدے کے لیے برکت کی دعا منگوائی۔ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان طعاموں (کھانے کی چیزوں) پر دعاے برکت پڑھی ۔ نیز ان طعاموں (کھانے کی چیزوں) کو مسلمانوں نے بوقت دعاے برکت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کیا تھا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جن طعاموں (کھانے کی چیزوں) پر سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعاے برکت فرمائی تھی وہ مختلف قسم کے طعام (کھانے) تھے۔

لہذا اگر دعا کرنے والے کے سامنے مختلف قسم کے طعام (کھانے کے سامان) رکھے جائیں اور اس سے دعاے برکت ان طعاموں (کھانے کی چیزوں) پر منگوائی جائے اور وہ دعا کرے تو اس میں کوئی مضائقہ (حرج) نہیں۔ بلکہ یہ بھی سنت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔

نیز بروایت ترمذی حدیث مرفوع وارد ہے کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے چند چھوہارے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کیے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس میں میرے لیے برکت کی دعا فرمادیں۔ تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے چھواروں کو جمع کیا اور پھر میرے لیے ان چھواروں میں برکت کی دعا فرمائی۔ وہ چھوہارے میں نے خود بھی کھائے اور لوگوں کو بھی فی سبیل اللہ کھلائے۔ اور وہ حدیث یہ ہے :

عن أبي هريرة، قال: أتيت النبي صلى الله عليه وسلم بتمرات، فقلت: يا رسول الله ادع الله

خوان منگوا کر بچھایا، پھر لوگوں کا بچا ہوا کھانا وغیرہ منگوایا، کوئی مٹھی بھر مکئی، کوئی مٹھی بھر کھجور لایا اور کسی نے روٹی کا ٹکڑا پیش کیا۔ یہاں تک کہ دستر خوان پر تھوڑا سا کھانے کا سامان جمع ہو گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر برکت کی دعا فرمائی پھر فرمایا کہ اپنے برتنوں میں بھر کر لے جاؤ۔)

[صحیح مسلم: ج ۱ ص ۵۶۔ الرقم ۲۷۔

باب من لقي الله بالإيمان وهو غير شاك فيه دخل الجنة وحرم على النار]

فیھن بالبرکۃ فضمھن ثم دعالی فیھن بالبرکۃ۔[۳]

اور حضرت ابو ہریرہ اس حدیث کے اخیر میں فرماتے ہیں:

قد حملت من ذلك التمر کذا و کذا من وسق فی سبیل اللہ فکنا ناکل و نطعم۔ الحدیث۔[۴]

سوال۔۲

یہاں یہ طریقہ ہے کہ ضیافت کے طعام پر برکت کی دعا پڑھتے ہیں۔ اور گذشتہ حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن طعاموں (کھانوں) پر برکت کی دعا پڑھی وہ ضیافت کے طعام نہ تھے۔ لہذا مثبت مدعا وہ حدیثیں ہوں گی جن سے یہ ثابت ہو کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ضیافت کے کھانے پر برکت کی دعا پڑھی ہو؟

جواب۔۲

بروایت بخاری اور مسلم صحیح حدیث وارد ہے:

کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوم خندق میں سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ضیافت کی تھی۔ اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے پوشیدہ (راز دارانہ انداز میں) سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ گھر والی نے ایک صاع جو کا آٹا پیسا ہے اور ایک بکری کا بچہ ذبح کیا ہے، آپ چار آدمیوں کے ساتھ تشریف لے آئیے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب اہل خندق کو بلایا (اور فرمایا) کہ جابر نے ضیافت کی ہے۔

---

(۳) (یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کچھ کھجوریں پیش کر کے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان میں برکت کی دعا فرما دیجیے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں جمع فرمایا اور ان میں میرے لیے برکت کی دعا فرمائی۔")

[سنن ترمذی: ج۵ ص۶۸۵۔ الرقم، ۳۸۳۹۔ باب مناقب أبي هريرة رضي الله عنه۔]

(۴) (یعنی میں نے ان کھجوروں میں سے کچھ اٹھا لیا اور ان کھجوروں کو ہم کھاتے تھے اور اللہ کی راہ میں خوب کھلاتے تھے۔) [مرجع سابق]

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جب تک میں نہ آؤں ہانڈی ہرگز نہ اتارنا اور آٹے سے ہرگز روٹی نہ پکانا۔ میں نے ایسا ہی کیا، جس وقت حضرت سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے ان کے سامنے آٹا نکالا تو جناب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں آب دہن مبارک (تھوک مبارک) ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی اور ہانڈی میں بھی ایسا ہی کیا۔ چناں چہ وہ حدیث یہ ہے جس کی ضروری عبارت نقل کرتا ہوں:

"فجئته فساررته، فقلت: يا رسول الله ذبحنا بهيمة لنا وطحنا صاعا من شعير كان عندنا، فتعال أنت ونفر معك، فصاح النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا أهل الخندق، إن جابرا قد صنع سورا، فحي هلا بهلكم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تنزلن برمتكم، ولا تخبزن عجينكم حتى أجيء، فجئت وجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم يقدم الناس حتى جئت امرأتي، فقالت: بك وبك، فقلت: قد فعلت الذي قلت، فأخرجت له عجينا فبصق فيه وبارك، ثم عمد إلى برمتنا فبصق وبارك، ثم قال: ادع خابزة فلتخبز معي، واقدحي من برمتكم ولا تنزلوها وهم ألف، فأقسم بالله لقد أكلوا حتى تركوه وانحرفوا، وإن برمتنا لتغط كما هي، وإن عجيننا ليخبز كما هو۔"(۵)

---

(۵) (یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے کان مبارک میں عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہم نے بکری کا ایک چھوٹا سا بچہ ذبح کر لیا ہے اور ایک صاع جَو، جو ہمارے پاس تھے، پیس لیے ہیں، اس لیے آپ ایک دو صحابہ کے ساتھ تشریف لے چلیں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیز آواز سے فرمایا:

کہ اے اہل خندق! جابر نے تمہارے لیے کھانا تیار کرایا ہے۔ لہٰذا سارا کام چھوڑ کر جلدی چلو۔ پھر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ جب تک میں نہ آجاؤں چولھے سے ہانڈی مت اتارنا۔ اور نہ روٹی پکانا شروع کرنا۔ میں اپنے گھر پہنچا۔ اور ادھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی صحابہ کو ساتھ لے کر

اب اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طعام ضیافت حاضر ہونے کے وقت اس طعام پر دعاے برکت فرمائی۔

سوال۔ (۳)

اس مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچے آٹے پر دعاے برکت فرمائی ہے، اور یہاں پکی پکائی روٹی پر دعاے برکت کرتے ہیں۔ آیا (توکیا) اس کا بھی کسی حدیث سے ثبوت ہے یا نہیں؟

جواب۔ (۳)

بلاشک حدیث صحیح سے اس کا بھی ثبوت ہے، کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پکی پکائی روٹی پر بھی دعاے برکت فرمائی ہے۔ چناں چہ حدیث صحیح بروایت بخاری اور مسلم وارد ہے۔ اور قصہ اس کا طویل ہے۔ مگر خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں سے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کچھ جو کی روٹی ضیافت کے لیے مہیا کی گئی تھیں۔

تشریف لے آئے۔ میں اپنی بیوی کے پاس آیا تو وہ مجھ سے کچھ کہنے لگیں۔ میں نے کہا کہ تم نے جو کچھ مجھ سے کہا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کر دیا تھا۔ پھر میری بیوی نے گندھا ہوا آٹا نکالا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب دہن شامل کیا اور برکت کی دعا کی۔ ہانڈی میں بھی آپ نے لعاب دہن ملایا اور برکت کی دعا کی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب روٹی پکانے والی کو بلاؤ۔ وہ میرے سامنے روٹی پکائے اور گوشت ہانڈی سے نکالے لیکن ہانڈی چولھے سے نہ اتارے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، کی تعداد ہزار کے قریب تھی۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ اتنے ہی کھانے کو سب نے پیٹ بھر کے کھایا اور بچا دیا۔ اور واپس ہو گئے۔ اس وقت ہماری ہانڈی اسی طرح ابل رہی تھی جس طرح وہ شروع میں تھی۔ یوں ہی ہمارا آٹا بھی اسی طرح پکایا جاتا رہا جیسا وہ تھا۔"

[صحیح بخاری: ج۵ ص ۱۰۸۔ الرقم ۴۱۰۲۔ باب غزوۃ الخندق وھي الأحزاب۔
صحیح مسلم: ج۳ ص ۱۶۱۰۔ الرقم ۲۰۳۹۔ باب جواز استتباعہ غیرہ إلی دار.....]

توآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے گھر میں تشریف لائے اور یہ حکم فرمایا:

کہ اے ام سلیم روٹی پیش کرو، انہوں نے پیش کی۔ اور اس پر سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعاے برکت پڑھی۔ بعدہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور لوگوں نے اسے تناول فرمایا۔ اور وہ حدیث قدر ضرورت یہاں نقل کرتا ہوں:

"فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: هلمي يا أم سليم، ما عندك» فأتت بذلك الخبز، فأمر به رسول الله صلى الله عليه وسلم ففت، وعصرت أم سليم عكة فأدمته، ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فيه ما شاء الله أن يقول۔ (٦)

اور بعض روایتوں میں، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما شاء الله، کی جگہ یہ ہے:

"قال: بسم الله، اللهم أعظم فيها البركة۔ (٧)

نیز بروایت مسلم وارد ہے کہ ضیافت (دعوت) کھانے کے بعد جو روٹی بچی تھی سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمع فرما کر اس پر دعاے برکت فرمائی۔ اور وہ حدیث یہ ہے، ضروری عبارت نقل کی جاتی ہے: "ثم أخذ ما بقي فجمعه، ثم دعا فيه بالبركة۔ (٨)

---

(٦) (یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:
اے ام سلیم! جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ پیش کرو! ام سلیم رضی اللہ عنہا نے روٹی پیش کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روٹی کے ٹکڑے کرنے کا حکم دیا۔ ام سلیم رضی اللہ عنہ نے گھی کے ڈبے سے گھی نکال کر روٹی میں ملا دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ کی مرضی کے مطابق دعا فرمائی۔")

[صحیح بخاری: ج۴ص ۱۹۳۔ الرقم ۳۵۷۸۔ باب علامات النبوة في الإسلام۔
صحیح مسلم: ج۳ص ۱۶۱۲۔ الرقم ۲۰۴۰۔ باب جواز استتباعہ غیرہ إلی دار]

(٧) (یعنی فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع۔ اے اللہ تعالیٰ اس میں برکت زیادہ کر۔)"

[مسند احمد: ج ا ص ۱۷۰۔ الرقم، ۱۳۵۴۷۔]

(٨) (یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بچی ہوئی روٹی کو جمع کیا پھر اس میں برکت کی دعا فرمائی۔")

[صحیح مسلم: ج۳ص ۱۶۱۳۔ الرقم ۲۰۴۰۔ باب جواز استتباعہ غیرہ إلی دار]

سوال۔﴿۴﴾

یہاں جو برکت کے ساتھ ثواب کی دعا مانگتے ہیں۔ آیا (کیا) برکت کا اطلاق ثواب اور برکت دینی پر بھی ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب۔﴿۴﴾

از روے شرع شریف، برکت کا اطلاق ثواب اور برکت دینی پر ہوتا ہے۔ چناں چہ مجمع البحار میں مسطور ہے کہ:

"برکۃ السحور" أی أجرہ وثوابہ۔ (۹)

نیز لمعات میں اس حدیث ترمذی وغیرہ کے تحت مسطور ہے:

(وبارك لنا فی مدینتنا) البرکۃ تکون بمعنی النماء والزیادۃ، وبمعنی الثبات واللزوم، وھی تشمل البرکۃ الدینیۃ والدنیویۃ۔ انتھیٰ۔ (۱۰)

سوال۔﴿۵﴾

میں نے تسلیم کیا کہ پہلی حدیثوں سے صلحا سے دعاے برکت منگوانا اور دعاے برکت کے وقت طعاموں (کھانے پینے کی چیزیں) کو حاضر کرنا ثابت ہوتا ہے۔ مگر یہ کہنا صلحا سے کہ تم دعا کرو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان طعاموں (کھانے پینے کی چیزیں) کا ثواب ہماری اموات کو عطا فرمائے۔

کیا یہ بھی از روے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔﴿۵﴾

حدیث مرفوع بروایت ترمذی وارد ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

---

(۹) (سحری کی برکت یعنی اس کا اجر وثواب۔)

[مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار: لشیخ جمال الدین محمد طاهر الهندی الفتنی۔ ج ا ص ۱۶۵۔]

(۱۰) (یعنی اے اللہ ہمارے مدینے میں برکت نازل فرما۔ برکت کا مطلب زیادتی اور بقا۔ اور وہ دینی ودنیاوی دونوں برکتوں کو شامل ہے۔) [لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح، لشیخ عبد الحق المحدث الدھلوی: ج ۵ ص ۴۶۷۔ الرقم، ۲۷۳۰۔ باب حرم المدینۃ حرسھا اللہ تعالی]

میرے لیے وسیلے کی دعا مانگو۔ اور وسیلہ جنت میں ایک مرتبہ ہے جو کہ اللہ کے بندوں میں سے کسی بندے کو ملے گا اور امید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہوں۔

چوں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنین اور مسلمین سے دعا مانگنے کے لیے کہا ہے تو اوروں کے لیے بطریق اولیٰ (دعا کی طلب) مستحب ہوگی۔

اور وہ حدیث بقدر حاجت نقل کی جاتی ہے:

"سلوا الله لی الوسیلة، فإنها منزلة فی الجنة، لا تنبغی إلا لعبد من عباد الله، وأرجو أن أکون أنا هو۔ الحدیث۔"(۱۱)

سوال۔﴿۶﴾

یہاں یہ طریقہ ہے کہ جس مجلس میں اموات کے لیے دعا کرتے ہیں تو اس مجلس میں سورہ اخلاص، سورہ فاتحہ اور درود شریف سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھتے ہیں۔ مگر ان امور کو بالخصوص فرائض اور واجبات سے نہیں سمجھتے اور نہ یہ عمل فرائض اور واجبات کے (طور پر) ادا کرتے ہیں۔ تو کیا باایں ہمہ عقائد یہ دعا اور سوال از روے شرع شریف جائز ہے یا بدعت؟

جواب۔﴿۶﴾

یہ سب جائزات اور مستحبات میں سے ہے۔ اس لیے کہ حدیث مرفوع بروایت ترمذی وارد ہے کہ جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود نہ ہو تو وہ مجلس ناقص ہے اور قل ھو اللہ اور الحمد للہ، میں بھی اللہ کا ذکر ہے۔ لہذا ان دونوں کو مجلس دعاے اموات میں مع درود کے پڑھنا مستحب ہے۔

وہ حدیث یہ ہے:

"عن أبی هریرة، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ما جلس قوم مجلسا لم یذکروا الله

---

(۱۱) (یعنی اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ مانگو، کیوں کہ یہ جنت میں ایک ایسا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کے لیے مخصوص ہے، اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں گا۔")

[صحیح مسلم: ج ۱ ص ۲۸۸۔ الرقم، ۳۸۴۔ باب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه۔......]

فیہ، ولم یصلوا علی نبیهم، إلا كان علیهم ترة، فإن شاء عذبهم وإن شاء غفر لهم۔ (۱۲)

سوال۔ ۷

ترمذی کی اس حدیث بالا سے صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنا معلوم ہوتا ہے اور الحمد للہ کی تخصیص نہیں ہے اور یہاں بالخصوص الحمد للہ پڑھتے ہیں۔ (اس تخصیص کی کیا وجہ ہے؟)

جواب۔ ۷

سائل کا سوال خوب زیر نظر رکھنا چاہیے کہ اس نے بالخصوص الحمد للہ کو فرض اور واجب نہیں سمجھا ہے بلکہ الحمد للہ کا پڑھنا مستحبات میں سے سمجھا ہے۔ اور اس میں شک نہیں ہے کہ بالخصوص الحمد للہ پڑھنا مستحبات میں سے ہے۔ اس لیے کہ ترمذی میں حدیث مرفوع بروایت جابر بن عبد اللہ تعالیٰ عنہ وارد ہے کہ الحمد للہ افضل دعا ہے۔ اور یہاں بھی دعا کا مقام ہے۔

لہذا الحمد للہ بالخصوص پڑھتے ہیں اور مستحب بھی سمجھتے ہیں۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

”جابر بن عبد الله، يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: أفضل الذكر لا إله إلا الله، وأفضل الدعاء الحمد لله۔ (۱۳)

یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے فضیلت والا ذکر، لا الہ الا اللہ، ہے اور بہترین دعا، الحمد للہ، ہے۔“

---

(۱۲) (یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اس میں نہ اللہ کا ذکر کریں اور نہ اپنے نبی پر درود بھیجیں، تو وہ مجلس ان کے لیے مورث خسارہ ونقصان ثابت ہوگی۔ اب اللہ چاہے تو انہیں عذاب دے اور چاہے تو بخش دے۔“)

[سنن ترمذی: ج۵ ص۴۶۱۔ الرقم، ۳۳۸۰۔ باب فی القوم یجلسون ولا یذکرون اللہ]

(۱۳) [سنن ترمذی: ج۵ ص ۴۶۲۔ الرقم، ۳۳۸۳۔ باب ماجاء أن دعوة المسلم مستجابة]

اور چوں کہ یہاں بھی دعا کا مقام ہے۔ لہٰذا خاص الحمد للہ پڑھتے ہیں۔

سوال۔﴿۸﴾

اس حدیث ترمذی سے فقط اتنا معلوم ہوتا ہے کہ الحمد للہ، یعنی ان دونوں لفظوں کا پڑھنا مستحب ہے اور یہاں الحمد للہ اخیر تک یعنی ولا الضالین تک پڑھتے ہیں۔ (یہ کہاں سے ثابت ہے؟)

جواب۔﴿۸﴾

اول تو تسلیم نہیں ہے کہ اس حدیث میں صرف دو لفظ مراد ہیں، بلکہ الحمد للہ اخیر تک یعنی ولا الضالین تک مراد ہے۔ چناں چہ مرقات میں اس حدیث کے تحت مسطور ہے کہ:

”ویمکن أن یکون قوله: الحمد لله من باب التلمیح والإشارة إلى قوله تعالى: (اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ) [الفاتحة: ٦] وأی دعاء أفضل وأکمل وأجمع من ذلك۔“[١٤]

اور بر تقدیر تسلیم یہ بھی جواب دے سکتے ہیں کہ چوں کہ سورہ فاتحہ میں دو چیزیں ہیں:

(١) اللہ کا ذکر

(٢) اپنے نفس کے لیے دعا۔

چناں چہ الحمد سے ،اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ، تک اللہ کا ذکر ہے۔ اور ،اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے اخیر تک دعا ہے۔ اور اللہ کا ذکر کرنے کا جواز مجلس دعاے اموات میں اور بالخصوص الحمد للہ کا پڑھنا یہ دونوں ترمذی کی دونوں احادیث بالا سے ثابت ہوئے۔

اور چوں کہ یہاں اموات کے لیے دعا کرنا ہے اور حدیث صحیح مرفوع بروایت ترمذی وارد ہے۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا کہ اول آپ اپنے لیے دعا فرماتے تھے، پھر اوروں کے لیے

---

(١٤) (یعنی یہ ممکن ہے کہ ،الحمد للہ، کہنے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مراد اللہ تعالیٰ کے فرمان ،اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ، کی طرف اشارہ ہو۔ کیوں کہ اس سے بہتر، کامل اور جامع دعا اور کیا ہو سکتی ہے؟“)

[مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، للملا علی القاری: ج٤ ص ١٥٩٩۔ الرقم، ٢٣٠٦۔ باب ثواب التسبیح والتحمید والتهلیل والتکبیر]

دعافرماتے تھے۔لہذا یہاں بھی پہلے دعاے اموات سے اپنے لیے،اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ، سے لے کر اخیر تک اپنی دعا کرتے ہیں پھر اموات کے لیے دعا مانگتے ہیں تاکہ حدیث کے موافق ہوجائے۔اور وہ حدیث یہ ہے:

”عن أبي بن كعب، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا ذكر أحدا فدعا له بدأ بنفسه۔(۱۵)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کسی کا ذکر کرتے تھے اور اس کے لیے دعافرماتے تھے،تواول اپنے نفس سے دعاکو شروع کرتے تھے۔(یعنی پہلے اپنے حق میں دعافرماتے تھے۔)

لہٰذا سورہ فاتحہ کا اخیر تک پڑھنا جائز اور مستحب ہے۔

چوں کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ، سے اخیر تک اپنے نفس کے لیے دعا کرنا منظور ہے۔لہذا اس دعا کے بعد درود پڑھنا بھی مستحبات سے ہے۔

چناں چہ ترمذی میں وارد ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ دعا زمین اور آسمان کے درمیان موقوف (معلق) رہتی ہے اور آسمان کی طرف نہیں چڑھتی ہے جب تک کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر درود نہ بھیجا جائے۔اور وہ حدیث یہ ہے:

”عن عمر بن الخطاب، قال: إن الدعاء موقوف بين السماء والأرض لا يصعد منه شيء، حتى تصلي على نبيك صلى الله عليه وسلم۔(۱۶)

اب مجلس دعاے اموات میں سورہ اخلاص، سورہ فاتحہ اور درود کا پڑھنا ان احادیث گذشتہ سے بخوبی ثابت ہوا اور جو ان احادیث گذشتہ کا منکر ہے وہ بدعتی ہے۔

سوال۔﴿۹﴾

یہاں یہ مشہور ہے کہ ہاتھ اٹھانا گذشتہ دعاؤں کے وقت میں بدعت ہے۔تو کیا ایسی حدیث

---

(۱۵) [سنن ترمذی: ج۵ ص ۴۶۳۔الرقم، ۳۳۸۵۔باب ماجاء أن الداعي يبدأ بنفسه]

(۱۶) [سنن ترمذی: ج۱ ص ۶۱۴۔الرقم، ۴۸۶۔باب ماجاء في فضل الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم]

بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عموماً یہ حکم فرمایا ہو کہ جس وقت تم میں سے کوئی اللہ تعالیٰ سے سوال کرے تو ہاتھ اٹھا کر سوال کرے۔ تاکہ ہم یہ سمجھ سکیں کہ طعام کی موجودگی میں دعاے برکت کے لیے ہاتھ اٹھانا اور سوال کرنا نیز اموات (مرحومین) کے لیے طعام کا ایصال ثواب، اس حکم عمومی میں داخل ہے؟

جواب۔ ﴿۹﴾

بلاشک جناب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عموماً حکم فرمایا ہے کہ جس وقت تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو سیدھی ہتھیلیوں سے کرو نہ کہ الٹی سے۔

وہ حدیث یہ ہے، کہ بروایت ابوداؤد وارد ہے:

"عن مالك بن يسار، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:

إذا سألتم الله فاسألوه ببطون أكفكم، ولا تسألوه بظهورها۔ الحديث۔ (۱۷)

اب اس حدیث سے عموماً ثابت ہوتا ہے کہ جس وقت بندہ اپنے اللہ سے سوال کرے تو ہاتھ سیدھے اٹھا کر سوال کرے۔ اور اس حدیث میں کسی وقت کی تخصیص نہیں ہے۔

اور جو لوگ طعام (کھانے) پر دعاے برکت کے وقت ہاتھ اٹھانے کو شرک اور بدعت بتلاتے ہیں تو ہم ان لوگوں سے بصد عجز و انکسار استفسار کرتے ہیں کہ کیا کسی صحیح یا ضعیف حدیث سے یہ امر ثابت ہے کہ دعاے برکت کے وقت ہاتھ اٹھانا ناجائز ہے؟ اگر یہ لوگ جواب میں یہ کہیں کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عموماً فرمایا ہے کہ

"كل بدعة ضلالة۔ یعنی ہر بدعت ضلالہ (گمراہی) ہے۔"(۱۸)

اور دعاے برکت کے وقت ہاتھ اٹھانا بھی بدعت ہے۔ لہذا ضلالت میں داخل ہوا۔

---

(۱۷) (یعنی حضرت مالک بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو ہتھیلیوں کی اندرونی حصے سے مانگو ہتھیلیوں کی پشت کی طرف سے نہیں۔) [سنن ابوداؤد: ج۲ ص۷۸۔ الرقم، ۱۴۸۶۔ باب الدعاء]

(۱۸) [سنن ابن ماجہ: ج۱ ص۱۵۔ الرقم، ۴۲۔ باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المهديين]

توان لوگوں کو یہ جواب ہے کہ دعاے برکت کے وقت ہاتھ اٹھانا بموجب حدیث ابوداؤد کے سنت ہے۔ اس لیے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صریح (واضح طور پر) فرمایا ہے کہ جس وقت تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو، تو سیدھی ہتھیلیوں سے کرو۔ اور یہاں بھی طعام پر اللہ تعالیٰ سے برکت کا سوال ہے۔

نیز بروایت ابوداؤد عموماً وارد ہے کہ (حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا) سوال اس کو کہتے ہیں کہ تو دونوں ہاتھ اپنے کندھوں یا کندھوں کے قریب تک اُٹھائے۔ چناں چہ وہ حدیث یہ ہے:

”عن ابن عباس قال: المسألة: أن ترفع يديك حذو منكبيك أو نحوهما۔ (١٩)

یعنی سوال کرتے وقت کندھوں یا کندھوں کے قریب تک ہاتھ اٹھانا سوال کے آداب میں سے ہے۔

نیز بروایت ترمذی وارد ہے:

”عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما من عبد يرفع يديه حتى يبدو إبطه يسأل الله مسألة، إلا آتاها إياه۔ (٢٠)

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا) یعنی نہیں ہے کوئی بندہ جو سوال کے وقت یہاں تک ہاتھ اُٹھائے کہ اس کی بغلیں ظاہر ہو جائیں مگر اللہ تعالیٰ اس کا سوال پورا کرے گا۔

نیز بروایت ترمذی حدیث مرفوع وارد ہے کہ

(بے شک اللہ تعالیٰ زندہ اور کرم فرمانے والا ہے) جس وقت بندہ اپنے خدا کی طرف ہاتھ اٹھائے، تو اللہ تعالیٰ کو حیا آتی ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی چھوڑے۔

چناں چہ وہ حدیث یہ ہے:

---

(١٩) [سنن ابوداؤد: ج٢ص ٦١٠۔ الرقم، ١٤٨٩۔ باب الدعاء]

(٢٠) [سنن ترمذی: ج٥ ص ٥٨٣۔ باب ماجاء ان للہ ملائکۃ سیاحین في الأرض]

”إن اللہ حیی کریم یستحیی إذا رفع الرجل إلیہ یدیہ أن یردھما صفرا خائبتین۔“[21]

اور بعض روایتوں میں وارد ہے:

”کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ فی الدعاء حتی یری بیاض إبطیہ۔“[22]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے وقت اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے دونوں مبارک بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوتی تھی۔

اب ان سب حدیثوں میں دعا اور سوال کے وقت ہاتھ اٹھانا عموماً ثابت ہے۔ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی وقت کی تخصیص نہیں فرمائی اور جو تخصیص کرتا ہے وہ بدعتی ہے۔

سوال۔ ﴿۱۰﴾

یہ مسلّم ہے کہ طعام پر برکت کی دعا کرنا اور طعام کو دعاے برکت کے لیے حاضر کرنا بخاری اور مسلم کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ مگر ہمارے یہاں یہ طریقہ ہے کہ دعاے اموات (مرحومین) کے وقت طعام (کھانا) بھی حاضر ہوتا ہے۔ کیا یہ جائز ہے یا بدعت؟

جواب۔ ﴿۱۰﴾

یہ بھی جائز ہے، بدعت نہیں۔ اس لیے کہ طعام کا حاضر کرنا صرف دعاے برکت کے لیے ہے۔ اور دعاے برکت کے لیے طعام حاضر کرنے کے بعد اگر اموات کے لیے بھی دعا ہو تو کیا مضائقہ (حرج) ہے؟

جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہجرت کرتے تھے، مگر ہجرت کے بعد تجارت اور نکاح وغیرہ کو بھی ترک نہیں کرتے تھے۔ جیسے یہ افعال صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، کی ہجرت میں خلل انداز نہیں تھے ایسے ہی طعام کے حاضر ہونے کے وقت دعاے اموات بھی کچھ مضر نہیں ہے۔ اس لیے کہ طعام کا حاضر کرنا، دعاے اموات کے لیے نہیں ہے بلکہ برکت کے لیے ہے۔ اور (یہ) صحیح حدیث سے ثابت ہوا۔

---

(۲۱) [سنن ترمذی: ج۵ ص ۵۵۶۔ الرقم، ۳۵۵۶۔ باب فی فضل التوبۃ والاستغفار..........]

(۲۲) [مسند احمد: ج۲۱ ص ۳۷۲۔ الرقم، ۱۳۷۲۶]

نیز اگر کوئی شخص نماز جمعہ کے لیے غسل مسنون کر کے عطر لگائے اور سفید کپڑے پہنے مگر پان بھی کھالے تو پان کا کھانا ان امور کے مسنون ہونے میں کچھ نقصان نہیں لاتا، اس لیے کہ اعمال کا ثواب نیت پر موقوف ہے۔ جیسی نیت ہو ویسا ہی ثواب ملتا ہے۔

سوال۔ ﴿۱۱﴾

یہاں یہ طریقہ ہے کہ لوگ جمعرات کا انتظار کرتے ہیں، جس وقت جمعرات آتی ہے اس وقت صلحا اور فقرا سے اپنی اموات (مرحومین) کے لیے دعا منگواتے ہیں۔ اور قبل و بعد جمعرات بھی یہ عمل کرتے ہیں اور جائز بھی سمجھتے ہیں۔

آیا (تو کیا) باایں ہمہ عقائد اور اعمال، جمعرات کا انتظار کرنا جائز ہے یا بدعت؟

جواب۔ ﴿۱۱﴾

دعا کا جمعرات تک مؤخر کرنا اور انتظار کرنا مسنون ہے۔ بلکہ کلام الٰہی سے بھی مفہوم ہوتا ہے۔ چناں چہ کلام اللہ میں وارد ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اپنے باپ سے عرض کیا کہ اے ہمارے باپ! ہم خطا کار ہیں ہمارے لیے دعاے مغفرت مانگیے۔ تو انھوں (حضرت یعقوب علیہ السلام) نے ان کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا: کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو اپنے کلام پاک میں نقل فرماتا ہے: ”قَالَ سَوۡفَ اَسۡتَغۡفِرُ لَكُمۡ رَبِّیۡ۔[۲۳]

یعنی عنقریب میں تمہارے لیے اپنے رب سے (دعاے) مغفرت مانگوں گا۔“

اور ترمذی میں بروایت عکرمہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حدیث مرفوع وارد ہے کہ:

سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے یہ فرمایا:

کہ میرے بھائی یعقوب نے جو اپنے بیٹوں کے لیے، سَوۡفَ اَسۡتَغۡفِرُ لَكُمۡ رَبِّیۡ، فرمایا ہے۔ مراد ان کی یہ ہے کہ جس وقت جمعرات آئے گی تمہارے لیے دعا کروں گا۔

لہٰذا سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو ترمذی میں وارد ہے، خاص طور پر چار رکعت نماز اور کچھ کلمات دعائیہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو تعلیم فرمائے اور یہ بھی فرمایا:

---

(۲۳) [القرآن المجید: پارہ ۱۳، سورہ یوسف، آیت ۹۸]

اے علی! اگر تجھ سے ہو سکے تو جمعرات کو اخیر تہائی رات کو اٹھ کر یہ دعا اور چار رکعت نماز پڑھ۔ اس لیے کہ جمعرات کے آخری تہائی حصے میں دعا مستجاب ہوتی ہے۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اوسط جمعرات (رات کے درمیانی حصے) میں پڑھ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ثلث اول جمعرات (رات کے ابتدائی حصے) میں پڑھ۔

اور ان کلمات دعائیہ میں یہ بھی ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

کہ پہلے اللہ تعالیٰ حمد کر! پھر مجھ پر درود بھیج! پھر دعا مانگ! سب مومنین اور مومنات کے لیے اور (ان کے لیے جو) ایمان کے ساتھ تجھ سے پہلے گزر گئے۔

اور وہ حدیث یہ ہے، ضرورت کی عبارت نقل کی جاتی ہے:

"فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا أبا الحسن، أفلا أعلمك كلمات ينفعك الله بهن، وينفع بهن من علمته، ويثبت ما تعلمت في صدرك؟ قال: أجل يا رسول الله فعلمني. قال: "إذا كان ليلة الجمعة، فإن استطعت أن تقوم في ثلث الليل الآخر فإنها ساعة مشهودة، والدعاء فيها مستجاب، وقد قال أخي يعقوب لبنيه {سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّىْ،} [يوسف:۹۸]

يقول: حتى تأتي ليلة الجمعة، فإن لم تستطع فقم في وسطها، فإن لم تستطع فقم في أولها، فصل أربع ركعات۔ الحديث۔ (۲۴)

---

(۲۴) (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے) فرمایا: اے ابو الحسن، کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں جن کلمات سے اللہ تمہیں فائدہ دے، اور وہ کلمات تم جسے سکھاؤ اسے بھی فائدہ پہنچے، اور جو تم نے سیکھا ہے اسے تمہارے دل میں ثابت رکھے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ہاں کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول، مجھے سکھائیں۔ آپ نے فرمایا: جب جمعہ کی رات ہو، اگر تم آخری تہائی رات میں قیام کر سکو تو یہ ایک مشہود وقت ہے، اور اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ اور میرے بھائی یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے فرمایا تھا: سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّىْ، یعنی جمعہ کی رات کا آنے دیں میں تمہارے لیے مغفرت کی دعا کروں گا۔ اور اگر تم آخری تہائی میں قیام نہ کر سکو تو درمیان میں قیام کرو، اور اگر درمیان میں نہ کر سکو تو رات کے ابتدائی حصے میں قیام کرو، اور چار رکعات نماز پڑھو۔)

[سنن ترمذی: ج۵ ص ۵۶۳۔ الرقم، ۳۵۷۰۔ باب في دعاء الحفظ]

اور جس وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعات نماز کا طریقہ تعلیم فرمایا تو بعدہ یہ فرمایا:

”فإذا فرغت من التشهد فاحمد الله، وأحسن الثناء على الله، وصل على وأحسن، وعلى سائر النبيين، واستغفر للمؤمنين والمؤمنات ولإخوانك الذين سبقوك بالإيمان۔(۲۵)

اب اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو جب چار رکعت نماز اور دعا تعلیم فرمائی تو یہ بھی فرمایا کہ جس وقت جمعرات آئے تو تم یہ کلمات دعائیہ اور نماز پڑھو۔ اور ان کلمات دعائیہ میں اس حدیث کے موافق اموات کے لیے دعا بدیں طور وارد ہے کہ پہلے اللہ کی حمد بعدہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود اور اخیر میں اموات کے لیے دعاے مغفرت ہے۔ لہذا یہاں بھی دعاے مغفرت اموات کو جمعرات تک موخر کرتے ہیں اور جمعرات میں صلحا سے مغفرت کے لیے دعا منگواتے ہیں۔

سوال۔ ۱۲

یہاں یہ طریقہ ہے کہ کم از کم پانچ جمعرات یا زیادہ، صلحا (امام وغیرہ) سے اموات کے لیے دعا منگواتے ہیں۔ آیا جمعرات کی تعداد بھی کسی حدیث سے ثابت ہوتا ہے یا یہ بدعت ہے؟

جواب۔ ۱۲

یہ بھی ترمذی کی مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہے۔ اس لیے کہ اس حدیث کے اخیر میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ فرمایا:

کہ اے ابوالحسن یہ نماز اور دعا تین، پانچ یا سات جمعرات، تک پڑھ! بحکم خدا قبول ہوگی اور قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھ کو بھیجا ہے کہ یہ دعا کسی مومن کے حق میں ہرگز خطا نہ کرے گی۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

---

(۲۵) (یعنی جب تم تشہد سے فارغ ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی بہترین ثنا بیان کرو! اور مجھ پر اور جملہ انبیاے کرام پر بہترین انداز میں درود بھیجو! اور تمام مومن مرد اور مومنہ عورتوں کے لیے اور ایمان کے ساتھ انتقال کرنے والے بھائیوں کے لیے استغفار کرو!) [مرجع سابق]

"یا أبا الحسن فافعل ذلك ثلاث جمع أو خمسا أو سبعا تجب بإذن الله، والذی بعثنی بالحق ما أخطأ مؤمنا قط۔"[۲۶]

سوال۔﴿۱۳﴾

اس حدیث ترمذی سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو تین یا پانچ یا سات جمعرات تک دعا کے لیے حکم فرمایا ہے اور یہ دعا ایک طریقہ مخصوص پر تھی۔ اور وہ طریقہ مخصوص یہ ہے کہ اول چار رکعات نماز خاص اس طریقے پر پڑھے جس طرح حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اور اس میں اموات (مرحومین) کے لیے دعاے مغفرت بھی ہے۔

تو اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جمعرات میں اموات (مرحومین) کے لیے دعاے مغفرت نماز کی اتباع میں وارد ہے اور یہاں لوگ اموات کے لیے دعاے مغفرت پانچ یا سات جمعرات تک بالاستقلال مؤخر کرتے ہیں اور حدیث میں اموات (مرحومین) کے لیے دعاے مغفرت، متعدّد جمعرات تک بالاستقلال تاخیر وارد نہیں ہے۔ (تو اس تعلق سے آپ کیا کہتے ہیں، کیا اس طرح کرنے والا بدعتی ہے)؟

جواب۔﴿۱۳﴾

اولاً تو کتب معتبرہ کی سند کے بغیر، تسلیم نہیں ہے کہ بغیر اس طریقہ مخصوص کے، جس کو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا، دعاے اموات (مرحومین) کے لیے جمعرات تک تاخیر جائز نہیں ہے۔ اور بر تقدیر فرض، حدیث ترمذی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی جمعرات تک دعاے مغفرت کی تاخیر نہایت پسند فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی ان کے طریقے کی موافقت کا حکم فرمایا کہ تم چار رکعت نماز اور دعا جس وقت جمعرات آئے تو اس کے ثلث اخیر یا وسط یا اول میں پڑھو۔ چوں کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دعا اور استغفار

---

(۲۶) [مرجع سابق]

میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی موافقت میں تاخیر کا حکم فرمایا ہے۔
لہذا یہاں بھی بموجب ارشاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، استغفار میں جمعرات تک تاخیر میں یعقوب علیہ السلام کی موافقت منظور ہے۔ اب خیال کرنا چاہیے کہ کون متبع سنت اور کون بدعتی ہے؟

سوال۔ ﴿۱۴﴾

اس حدیث ترمذی سے فقط اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے دعاے استغفار کی تاخیر جمعرات تک کی تھی اور یہاں استغفار اموات کی تاخیر متعدّد جمعرات تک کرتے ہیں، لہذا متعدّد جمعرات تک تاخیر کرنا حضرت یعقوب علیہ السلام کے طریقے سے بھی موافق نہ ہوا؟

جواب۔ ﴿۱۴﴾

(امام) بغوی نے "معالم التنزیل" میں بروایت حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثابت کیا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے لگ بھگ بیس سال تک ہر جمعرات میں دعا مانگی تھی۔ تو حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی متعدّد جمعرات میں دعاے مغفرت مانگی تھی۔ اور امام بغوی کی عبارت یہ ہے:

"وعن عکرمة عن ابن عباس رضی اللہ عنھما: سوف أستغفر لکم ربی یعنی لیلة الجمعة.
قال وھب: کان یستغفر لھم کل لیلة جمعة فی نیف وعشرین سنة۔"(۲۷)

اور اس آیت، سَوۡفَ اَسۡتَغۡفِرُ لَکُمۡ رَبِّیۡ، میں مفسرین کے بہت اختلافات ہیں، مگر میں نے جو کچھ ذکر کیا وہ ترمذی کی حدیث کے موافق ہے۔

واللہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع و المآب۔ فقط۔

---

(۲۷) (یعنی حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی: وہ روایت کرتے ہیں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ عن قریب یعنی جمعرات کو میں تمہارے لیے دعاے مغفرت کروں گا۔
حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کے لیے ہر جمعرات کو استغفار کرتے تھے اور یہ سلسلہ لگ بھگ بیس سال تک جاری رہا۔)
[معالم التنزیل فی تفسیر القرآن، المعروف بتفسیر البغوی: سورۃ یوسف الآیات ۹۶ الی ۹۸]

اعلان

از: شیخ الکل حضرت علامہ مولانا محمد گل خان صاحب علیہ الرحمہ

چوں کہ اس خاکسار، ہیچ مداں، ذرہ بے مقدار نے فوائد مومنین اور بذریعہ ایصال ثواب، صدقات اور کلمات طیبات، اموات (مرحومین) کی نفع رسانی کے واسطے، یہ رسالہ مدلل بآیات اور احادیث صحیحہ تالیف کیا ہے۔ امید ہے کہ ہر محب سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان چند اوراق کو بدل وجان قبول فرما کر اس خاکسار کو دعاے خیر سے یاد اور شاد فرمائے۔

اور بالفرض اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ یہ مسائل مدلل، بآیات اور احادیث صحیحہ اس کے عقائد اور عندیات سے برخلاف ہوں اور وہ اس رسالہ ہذا کے جواب کے لیے مستعد ہو اور اس کو احقاق حق اور ابطال باطل موافق قواعد شرعیہ کے زیر نظر ہو، تو اس رسالے کے جواب کے لیے چند شرائط شرعیہ درج کیے جاتے ہیں، تاکہ جواب ان شرائط شرعیہ کے موافق دینے سے جانبین من جانب اللہ ماجور ہوں اور احقاق حق کما ینبغی ظاہر ہو۔

اور اگر بالفرض جواب لکھنے والے کو ان شرائط شرعیہ کے مطابق، جو مسطورہ ذیل ہیں، جواب دینا منظور نہ ہو، تو اس کو مجنوں اور لایعقل سمجھ کر کے مناظرے میں طرف مقابل تصور نہ کیا جائے گا۔ اور وہ شرائط یہ ہیں:

شرط اول: یہ ہے کہ جتنے امور اس رسالے میں بیان کیے گئے ہیں اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہوئے ہیں۔ یا تو ان امور کی تخصیص سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت کرے۔ تاکہ سواے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غیروں کو ان امور کے کرنے کی گنجائش نہ رہے جیسے صوم وصال میں۔

شرط دوم: یہ ہے کہ بالفرض اگر ان امور کی تخصیص سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت نہ کر سکے تو نصوص سے یہ ثابت کرے کہ

اولاً یہ امور جو احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں عموماً سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے (ظاہری)

زمانے میں جاری تھے بعدہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

شرط سوم: یہ ہے کہ اگر ان امور کی تخصیص سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہ کر سکے اور نہ یہ ثابت کر سکے کہ اولاً یہ امور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں جاری تھے بعدہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو منسوخ فرمایا ہے۔ تو صاف صاف یہ لکھے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول سے ان امور کی تخصیص ثابت نہیں ہے اور نہ نسخ ثابت ہے۔ بلکہ علمانے ان امور کو بدعت لکھا ہے اور کل بدعة ضلالة" کے تحت داخل کیا ہے۔

توان علما کے اقوال تین شرطوں پر بسر وچشم قبول کیے جائیں گے۔

اول شرط: یہ ہے کہ باتفاق فقہا یہ علما طبقات مجتہدین میں داخل ہوں۔

دوم شرط: یہ ہے کہ ان علما کے اجتہاد اور رائے پر فتوی، فقہا کی کتب معتبرہ سے نقل کرے۔

شرط سوم: یہ ہے کہ جن مجتہدین کے اقوال سے ان امور یعنی فاتحہ، درود ،ایصال ثواب صدقات اور تاخیر کرنا دعاے استغفار کا جمعرات تک دعاے استغفار کی تاخیر وغیرہ کا ناجائز ہونا ثابت کرے تو اسی طور پر ہو جیسے رسالہ ہذا میں موجود ہے یعنی فاتحہ، درود، ایصال ثواب اور دعاے استغفار میں تاخیر اس طریقے پر جو اس رسالے میں ذکر ہے، اس کو منع فرمایا ہو تو قابل تسلیم ہے۔ اور اگر ان علمانے کسی اور طور پر فاتحہ اور درود وغیرہ کو منع فرمایا ہے کہ وہ طور اور طرز اس سے غیر ہو تو بلاشک ان کے منع ہونے سے ان امور کا منع ہونا جو رسالہ ہذا میں تحریر ہیں ثابت نہ ہو گا۔ فقط۔

تمام شد

۱۴۴۶ھ/۲۰۲۵ء

قربانی میں حصّہ

(صرف اہلسنّت کیلئے)

بکنگ سینٹر: مدینہ کتاب گھر، مدینہ مسجد، آگرہ روڈ، مالیگاؤں

شرعی تقاضوں کی پاسداری

ذبح بدستِ معتمد نوری مشن

گوشت مستحق مسلمانوں میں تقسیم

قربانی بیرونِ مالیگاؤں

فی حصہ
₹1750

رابطہ

غلام مصطفیٰ رضوی	فرید رضوی	معین پٹھان رضوی	یاسین رضا	شیخ آصف رضوی
9325028586	9273574090	7588815888	7057858824	9834068055

نوری مشن مالیگاؤں مہاراشٹر

اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر مالیگاؤں

نوری مشن مالیگاؤں: منزل بہ منزل

(۱) تصنیف و اشاعت اور ترسیلِ کتب: ہر سال عرسِ رضوی پر پابندی سے ضخیم و عظیم کتابوں بالخصوص ''فتاویٰ رضویہ'' کی رعایتی شرح پر ترسیل۔ نوری مشن سے 155 عنوانات پر کتابوں کی اشاعت و بِلا قیمت تقسیم ہوچکی ہے۔ مزید علمی کام جاری ہیں۔ ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' کے چار ایڈیشن شائع کیے گئے۔ عنقریب پانچواں ایڈیشن منصۂ شہود پر ہوگا۔

(۲) فلاحی خدمات: مستحقین/ بیواؤں میں راشن کٹس کی عید میلاد و ماہِ رمضان میں تقسیم

(۳) دعوت و تبلیغ: اشاعت دین کی غرض سے مفید پروگراموں کا انعقاد وقتاً فوقتاً ہوتے رہتا ہے۔

(۴) طبّی خدمات: مالیگاؤں کے تین مقامات پر ''تاج الشریعہ کلینک'' امدادی طرز پر کامیابی سے جاری۔ اہم مواقع پر فری میڈیکل کیمپ کا انعقاد

(۵) مستند مواد کی ترسیل: اہلِ علم سے معاونت، اخبارات و رسائل سے علمی تعاون اور سوشل میڈیا کے لیے مواد کی فراہمی۔

(۶) اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر: قلب شہر میں سینٹر ہمہ جہت خدمات کے لیے رُو بہ کار ہے۔

ہمہ جہت منصوبوں کی تکمیل اور فروغِ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے لیے اپنی قربانی نوری مشن کو عنایت فرمائیں۔